Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

Critical View of Faiz Ahmad Faiz Criticism on Urdu Fiction

اردو فکشن پر فیض احمد فیض کی تنقید کا تحقیقی جائزہ

Rimsha Kanwal[1], Dr Ayesha Kanwal[2], Dr Zafar Hussain Harral[3]
[1]Punjab Education Department, Shorkot, Jhang,
[2]Punjab Education Department, Shahkot, Nankana Sahib,
[3]Associate Professor Department of Urdu Bahauddin Zakaria University Multan
Correspondence: drzafar.haral@gmail.com

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 20-03-2025
Accepted: 10-05-2025
Online: 23-05-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract
Faiz Ahmad Faiz was a renowned Urdu poet; he is also a good critic of contemporary Urdu fiction. Artists are the first and foremost critique of an art piece. The more reliable the artist, the more credible criticism. This article explores the criticism of fiction by Faiz Ahmad Faiz. His critical essays cast glances over the three main aspects. In the journey of criticism, he utilized basic ideological discussions and contemporary aspects about Novel and Urdu fiction. He categorized fiction based on romanticism and social issues. He also described the main feature of artistic work. Eventually, he suggested that there should be a standard to judge an artist and the art piece.

Keywords:
Urdu Literature, Faiz Ahmad Faiz, Urdu Fiction, Criticism, Realism, Progressive Movement

تخلیق اور تنقید میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تخلیق کار جتنا معتبر ہو گا اس کی تنقید بھی اتنی ہی معتبر ہو گی، یہ بات فیض احمد فیض پر بھی صادق آتی ہے۔ جس زمانے میں فیض صاحب کالج میں پڑھا رہے تھے ان دنوں ان کی توجہ تعلیم کی تکمیل کی طرف بھی تھی، وہ کالج میں انگریزی ادب کے استاد تھے، انگریزی اور عربی زبان میں ایم اے کر رکھا تھا اور فارسی زبان مدرسے میں مولوی سید میر حسن سے پڑھ چکے تھے اور اردو زبان کے شعلہ بیاں شاعر (۱)، وہ سب خوبیاں یا صفات جو ان کے پیش رو سیالکوٹ کے عظیم سپوت شیخ سر محمد اقبال میں

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

تھیں، گویا تعلیم کی تکمیل ان کے لیے ضروری تھی، وہ پی ایچ ڈی کے لیے یورپ جانا چاہتے تھے تمام تیاریاں مکمل تھیں لیکن دوسری عالمی جنگ کے شروع ہونے کے سبب ان کا جانا ممکن نہ ہو سکا(۲)۔

فیض صاحب کے تنقیدی مضامین کی اکثریت پچاس کی دہائی کے ارد گرد کے زمانہ کی ہے۔ انہوں نے اس وقت کے مقبول ترین ترقی پسند ادبی نظریات کو قبول کیا، سو ان کی شاعری اور ان کے تنقیدی نظریات میں ایک طرح کے زیریں سطح کی جو وحدت پائی جاتی ہے جو ان کے کلام اور نثر کو ایک یکساں مربوط نظریے کے تابع کر دیتی ہے وہ اسی نظریے کے سبب ہے جو امر تسر کالج کے زمانہ قیام اور انگارے کی اشاعت کے حوالے سے ہمارے ذہن میں آتا ہے۔ میزان پہلی دفعہ ۱۹۶۲ میں شائع ہوئی(۳) جسے انہوں نے پطرس، تاثیر ، حسرت، محمود اور رشید جہاں کے نام معنون کیا ہے۔ فیض صاحب کے اپنے الفاظ میں، افکار کی بنیادی وحدت جو فنکار کی تمام نگارشات میں تسلسل اور ارتباط پیدا کرے اور اس کے اضطراری جذبات کے لیے ایک ساکن 'پس منظر' کا کام دے اسی کو عرف عام میں اس کا پیغام یا فلسفہ کہا جاتا ہے۔ اس تسلسل اور ارتباط کی بنیاد جن چیزوں پر ہے اس کی تفصیل انہوں نے ایک مضمون میں بیان بھی کی ہے۔ 'غالب کے تخیل کے بنیادی عناصر' (۴) کے نام سے ان کا یہ مضمون ستمبر ۱۹۴۴ کے نیا ادب بمبئی کے شمارے میں شائع ہوا جس میں انہوں نے نظریہ یا عقیدہ، یکساں طریقہ اظہار و زبان اور کیفیت یا جذبہ کو اس تسلسل اور ارتباط کے لیے اہم اور بنیادی عناصر قرار دیا ہے۔ ادب کے لیے نوبل انعام کی نامزدگی کے لیے تخلیق کار کے ہاں یہی فنی و فکری تسلسل اور ارتباط بنیادی شرط سمجھی جاتی ہے۔

فیض صاحب نے ادبی اور سماجی موضوعات پر مضامین لکھے (ان کے لیے ادب اور سماج ہم معنی ہیں) اور مختلف تقاریب میں خطبات بھی دیے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر مذاکرات میں بھی حصہ لیا۔ فیض صاحب کی ان نثری تخلیقات کے مجموعوں میں سب سے معروف مجموعہ 'میزان' جو ان کی زندگی میں پاکستان اور ہندوستان سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں متنوع موضوعات پر مضامین شامل ہیں جو نظری اور عملی تنقید سے متعلق ہیں۔

میرے پیش نظر فیض احمد فیض کی دوسری نثری تخلیقات مثلاً 'ہماری قومی ثقافت' (۵)، 'صلیبیں مرے دریچے میں' (۶)، 'متاع لوح و قلم' (۷) اور مرتبہ 'مقالات فیض' (۸) بھی ہیں۔ ان مضامین میں ادب اور سماج سے متعلق مختلف موضوعات پر فیض صاحب کی آرا ہمارے سامنے ہیں۔ میں نے اپنی سہولت کے لیے افسانوی ادب جس میں ناول اور افسانہ خاص طور پر ان کی دلچسپی کا سبب بنا، سے متعلق ان کے تنقیدی مضامین کی مدد سے ان تین بنیادی سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلا یہ کہ فیض احمد فیض نے اپنے تنقیدی مضامین میں کن کن فکشن نگاروں کا انتخاب کیا؟ ان کے ہاں یہی فنکار اہم تھے یا اتفاقاً ان کا انتخاب کیا گیا؟

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

دوسرا یہ کہ ان تخلیق کاروں کو کن وجوہات کی بنا پر اچھا یا کمزور تخلیق کار کہا؟

اور تیسرا یہ کہ ان کے نزدیک اعلیٰ فکشن کے بنیادی معیارات کیا ہیں؟

فیض احمد فیض نے اردو ناول کی معاصر صورت حال (۱۹۴۲) کے ساتھ ساتھ ڈپٹی نذیر احمد، رتن ناتھ شر سار، مولانا عبدالحلیم شرر، پریم چند اور عصمت چغتائی کے ناولوں پر تنقیدی مضامین لکھے (۹)۔ یہ مضامین نہ صرف ان ناول نگاروں کی تخلیقات کی مجموعی ادبی قدر متعین کرتے ہیں بلکہ ان میں ناول سے متعلق فنی مباحث پر ایسی تفصیلات ہیں کہ ان کی روشنی میں کسی بھی ناول کو افکار و پیش کش کے حوالے سے پرکھا جا سکتا ہے۔ فکشن کی تنقید سے متعلق ان کے کل نو مضامین 'میزان' اور 'مقالات فیض' میں شامل ہیں۔ ان نو مضامین میں سے ایک مضمون 'رتن ناتھ سرشار کی ناول نگاری' اور 'رتن ناتھ سرشار' کے ناموں سے بالترتیب دونوں مجموعوں میں شامل ہے۔ یہ مضمون ہفت روزہ "آج کل" دہلی میں ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ کو شائع ہوا تھا۔ 'میزان' میں ایک مضمون ہاجرہ مسرور کے ریڈیو ڈراموں کے مجموعے 'وہ لوگ' کے متعلق ہے جس کی درست تاریخ تحریر معلوم نہیں شاید یہ مضمون پہلے کسی ادبی ماہ نامے میں شائع ہوا ہو اور بعد میں میزان میں شامل کیا گیا ہو۔ قدامت کے لحاظ سے فکشن سے متعلق ان کا پہلا مضمون بعنوان "شرر" ہے جو میزان میں شامل ہے اور اس کے آخر پر تاریخ تحریر ۱۹۳۹ درج ہے (۱۰)۔ دوسرا مضمون پریم چند کی ناول نگاری کے متعلق آغا عبدالحمید اور فیض احمد فیض کا ایک ریڈیائی مباحثہ ہے جو ۱۸ جون ۱۹۴۱ کو آل انڈیا ریڈیو لاہور سے نشر ہوا تھا۔ "میزان" میں شامل مضمون 'اردو ناول' ۱۹۴۲ میں لکھا گیا جب کہ مضمون 'ہمارے افسانے' بھی ادب لطیف لاہور کے افسانہ نمبر میں ۱۹۴۲ میں ہی شائع ہوا۔ یہ دونوں مضامین ناول اور افسانے کی نظری تنقید سے متعلق ہیں۔ مقالات فیض میں شامل دو صفحوں کا مختصر مضمون بعنوان "سعادت حسن منٹو کرشن چندر۔۔ احمد ندیم قاسمی" راوی لاہور میں مارچ ۱۹۴۲ میں شائع ہوا۔ 'عصمت چغتائی' کے عنوان سے ان کی ناول نگاری اور افسانوں کے متعلق مضمون مقالات فیض میں شامل ہے جو ادب لطیف لاہور میں ۱۹۴۴ میں شائع ہوا۔ خدیجہ مستور کے افسانوی مجموعے 'چند روز اور' کے تجزیے پر مشتمل یہ مضمون میزان میں شامل ہے لیکن اس پر بھی تاریخ تحریر کندہ نہیں ہے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ مضمون اور ہاجرہ مسرور کے ڈراموں پر مشتمل کتاب سے متعلق مذکورہ بالا مضمون دوسرے مضامین کی طرح کسی ادبی رسالے میں شائع نہیں ہوئے صرف میزان میں شامل ہیں۔ اجمال اس تفصیل کا یہ ہے کہ دو مضامین کو چھوڑ کر فکشن کی تنقید سے متعلق یہ مضامین کالج اور فوج کی ملازمت کے دوران لکھے گئے تھے اور قیام پاکستان سے قبل کے ہیں۔

اس مختصر تنقیدی سفر میں فیض احمد فیض نے اردو ناول اور اردو افسانے کے بارے میں نظری بنیادی مباحث اور معاصر مجموعی ادبی صورت حال پر بات کی ہے خاص طور پر عبدالحلیم شرر، پنڈت رتن ناتھ سرشار، پریم چند، عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، کرشن

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

چندر، احمد ندیم قاسمی، خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کا تجزیہ کیا ہے۔ ابتدائی ناول نگاروں کے تقابل کے سلسلے میں شرر اور سرشار کے ساتھ ڈپٹی نذیر احمد کے ساتھ تقابل کیا ہے۔ اس طرح بالواسطہ طور پر ڈپٹی نذیر احمد کے فن پر بھی قابل قدر آرا پیش کیں ہیں۔

ناول نگاری کی بنیادی صفات کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو ان کے نزدیک شرر تاریخی ناول نگار نہیں ہیں بلکہ سرے سے ناول نگار بھی نہیں ہیں۔ ان کی کہانیوں میں کفایت اور یگانگت کی کمی ہے۔ کردار بے جان ہیں۔ کسی منظر کی جداگانہ ہستی نہیں ہے۔ قصہ سماجی زندگی سے جدا اور الگ تھلگ ہے، عوام اور سماج سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ناول چونکہ زندگی کا چربہ ہوتا ہے اور شرر کے ناولوں کا زندگی سے تعلق کچھ زیادہ نہیں۔ ان اسباب کی بنیاد پر ناول کے قاری کو آسانی میسر آ جاتی ہے اور اس کو ذہن پر زیادہ زور نہیں دینا پڑتا لیکن مضمون کی واقعیت کم ہو جاتی ہے اور فیض کے نزدیک واقعیت کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔(۱۱) شرر کی زبان صحافی کی زبان ہے وہ باریکی اور نزاکت سے بھی عاری ہے ہر بات ایک ہی لہجہ اور ایک ہی انداز میں کہی جاتی ہے۔ یہاں فیض احمد فیض شرر کے مقابلے میں ڈپٹی نذیر احمد کو بڑا فنکار مانتے ہیں، ان کے خیال میں ڈپٹی نذیر احمد کے مکالموں کا ہر لفظ زندگی اور واقعیت کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ جہاں لاتعداد خامیاں شرر کے ہاں فیض کو نظر آتی ہیں وہاں ان کی سب سے بڑی خوبی اپنے دور کے ادبی مذاق کی تربیت اور بیداری ہے۔ ان کا ایک جملہ آپ کی دلچسپی کے لیے عرض کرتا ہوں۔ فیض لکھتے ہیں "شرر اب تک نو عمر اور عمر رسیدہ بچوں کے سب سے محبوب ناول نویس ہیں۔"(۱۲)

پریم چند فیض صاحب کا سرشار کے بعد پسندیدہ ناول نگار ہے اس لیے کہ ان کے ہاں جو واقعیت ہے اس کو وہ پسند کرتے ہیں۔ میرے خیال میں واقعیت سے مراد زندگی کی حقیقی نقل ہے جس کو ارسطو نے قرین قیاس عمل یا حقیقت کا نام دیا ہے۔ کہ جو عمل بیان ہو رہا ہے یا دکھایا جا رہا ہے وہ حقیقی دنیا میں ہونا ممکن بھی ہے یا نہیں۔ اسی کو جدید دور میں حقیقت نگاری کہا جاتا ہے گو آج کل ایک اور طرح کی حقیقت نگاری کا چلن بھی عام ہو رہا ہے جسے جادوئی حقیقت نگاری کہا جاتا ہے جس میں قاری کی قوت ادراک قرین قیاس اور بعید از قیاس حقیقت کے درمیان معلق رہتی ہے۔ پریم چند کی ناول نگاری کے متعلق آغا عبدالحمید اور فیض صاحب کے درمیان جو مکالمہ ادبی مناظرے کی شکل میں میزان میں موجود ہے(۱۳) اس میں فیض نے کردار نگاری کے حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد، سرشار اور مرزا رسوا کو پریم چند سے اس بنا پر بڑا ناول نگار قرار دیا ہے کہ کلیم، ظاہر دار بیگ، ابن الوقت، خوجی، آزاد اور امراؤ جان ادا جیسے کردار پریم چند کے ہاں نہیں ہیں۔ دوسری اہم بات کہ پریم چند کی حقیقت نگاری کمزور تھی، حقیقت ایک جامع چیز ہے جس کو بیان کرنے کے لیے فنکار کے ذہن میں سماج کا مجموعی تصور ہونا ضروری ہے اور پریم چند چونکہ نہایت شریف آدمی تھے اس لیے جامع سماجی تنقید کے لیے جس انقلابی دل و دماغ کی

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

ضرورت تھی وہ ان میں نہ تھی۔ تیسری اہم بات کہ فیض احمد فیض کو ان کے ناولوں اور افسانوں میں وعظ و نصیحت پر شدید اعتراض ہے۔ اس سے نہ صرف ناول کی ادبی قیمت میں کمی ہو جاتی ہے بلکہ وعظ بھی بے اثر ہو جاتا ہے۔

رتن ناتھ سرشار کا مشہور قصہ فسانہ آزاد لکھنو کے نو آبادیاتی دور کی تصویر جس کو فیض احمد فیض نے افراط و تفریط کے باوجود، زندگی کے مطابق قرار دیا ہے۔ شرر اور پریم چند کی طرح فیض صاحب نے سرشار کا تقابل بھی ڈپٹی نذیر احمد کے ساتھ کیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد ان کے ہاں بنیادی معیار کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے کہ وہ ان کو اولین طبع زاد ناولوں کے خالق اور سماجی ماحول سے سچے مصور خیال کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ حقیقت نگاری کے بہترین نمائندے ڈپٹی نذیر احمد اور پنڈت سرشار ہیں۔ سرشار کے ہاں نذیر احمد کے مقابلے میں خیال آفرینی اور مضمون آرائی نسبتاً زیادہ ہے۔ نئی اور پرانی دنیا کا تضاد اور اس صورت حال پر ان کا طنزیہ انداز جس کے لیے انہوں نے آزاد اور خوجی کے کردار تخلیق کیے جو مضحکہ خیز شخصیات ہیں لیکن لکھنو کے تنزل پذیر درباری طبقے کی عکاس ہیں جہاں ہر شخص چاہتا تھا کہ تمام انسانی صفات اسی کی شخصیت کا حصہ ہو نا ضروری ہیں۔ سرشار کے لکھنوی معاشرے کی ایسی خوبیاں جو فیض صاحب کو پسند ہیں۔ لکھتے ہیں:

> "سرشار نے اس سماج کی خوبیاں بھی گنوائی ہیں۔ اس کے رسوم رواج میں ایک طرح کی نفاست اور حسن ہے۔ اس کے بہت سے نام لیوا ذہین بھی ہیں بذلہ سنج بھی۔ اس میں ایک خاص طرح کی برداشت اور انسانی عیوب سے چشم پوشی کی صفت ہے جو آج کل کم ہوتی جارہی ہے۔ اس میں ایک خاص نوع کی علوم کی قدر بھی ہے۔"(۱۴)

عصمت چغتائی کی کہانیوں اور ناولوں کے بارے میں مختصر مضمون، ان کے سارے مضمون ہی مختصر اور جامع ہیں، ترقی پسند ادیبوں کے بارے میں عوام الناس کی رائے کے تجزیے سے شروع ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ میں تنقید نہیں بلکہ عصمت چغتائی کے ناولوں کے بارے میں اپنی رائے دے رہا ہوں۔ پہلے دو خوبیاں، ایک یہ کہ نوجوان لڑکیوں کی زبان کی نقل انتہائی فنکارانہ انداز میں ان کے ناولوں میں موجود ہے اور دوسری خوبی یہ کہ اسی توتلی سی اترائی ہوئی لجائی ہوئی زبان کے سبب ان کے ناولوں کے کردار بلکہ ان کی زبان میں کردارِیں اپنے ابتدائی موہوم جنسی احساس کا اظہار کرتی ہیں تو ان کے ہاں ایک جنسیاتی کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سبب کے باوجود ان کے کرداروں کی ذہنی اور جذباتی سطح معذور انسانوں سے بس ذرا سا اوپر ہے اور یہ سب کردار ایک ہی طرح کے ہیں اور ان میں تنوع نہیں۔ دوسری بات کہ ان کے پلاٹ انتہائی کمزور ہیں وہ پلاٹ پر زیادہ توجہ نہیں دیتی۔ ان کے پاس دلچسپ چھیڑ چھاڑ کے سوا کہنے کو کچھ نہیں لیکن ان کا مضمون "دوزخی" بے رحم راست بازی اور پر خلوص سفاکی کی بہترین مثال ہے۔ اب آپ اسے تعریف سمجھیں یا تنقیص آپ کی اپنی خوشی۔۔۔(۱۵)

۱۹۴۲ میں دو صفحے کا ایک مضمون جس میں منٹو، کرشن چندر اور احمد ندیم قاسمی کو بھگتایا گیا ہے ان کے خیال میں یہ تینوں افسانہ نگار نئے ادبی رجحانات کے عکاس ہیں۔ تینوں تخلیق کاروں میں انفرادیت کے باوجود ایک طرح کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ منٹو کو داخلی کیفیات کے بیان پر عبور ہے جب کہ احمد ندیم قاسمی بیرونی مناظر پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ قاسمی کفایت سے کام لیتے ہیں لیکن افسانے کے خاتمے کے لیے کرداروں کو سفاکی سے ختم کر دیتے ہیں۔ کرشن چندر کا انداز فلمی ہے وہ مختلف ٹکڑے جوڑ کر افسانہ بناتے ہیں جو بعض اوقات جوڑ ڈھیلے رہ جانے کے سبب پلاٹ کو کمزور کر دیتے ہیں۔

دو ایسے مضامین جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کی کتب پر تبصرے ہیں۔ خدیجہ مستور کے تیسرے افسانوی مجموعے "چند روز اور" (۱۶) کے بارے میں فیض صاحب کی رائے ان کے فن کی مجموعی صورت حال پر بھی صادق آتی ہے۔ پہلی خوبی یہ کہ وہ حقیقت نگار ہیں اور سچ کہنے کے بارے میں ان کا رویہ ہٹ دھرمی کا ہے۔ انہوں نے عورت مرد کے تعلقات و محسوسات اور اس معاملے میں وہ دانستہ و نادانستہ ریاکاریاں و چالاکیاں بیان کی ہیں لیکن اس انداز میں کہ لذت کی بجائے دکھ کا کوئی پہلو ہماری نظر میں آتا ہے۔ ان کے مناظر نچلے درجے کے افراد کے گھروں کے معاملات ہیں جہاں ہمیں ان کرداروں کی کمزوریاں دیکھ کر ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

> "عام طور سے وہ عورت مرد کے جنسی اخلاق کو سماجی ماحول سے اتنا مربوط ضرور کر دیتی ہیں کہ اپنے افعال کے لیے افراد کی ذمہ داری بہت حد تک کم ہو جاتی ہے۔" (۱۷)

دوسرا یہ کہ وہ جزیات نگار ہیں۔ تفصیل سے منظر کو اس طرح بنتی ہیں کہ سماجی اور فنی تصویر نمایاں نظر آتی ہے۔

ہاجرہ مسرور کی تماثیل کے مجموعے وہ لوگ پر فیض صاحب کا مضمون بھی قابل ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ انہیں خارجی واقعات کی نسبت اپنے کرداروں کے داخلی اور جذباتی ارتقاء سے زیادہ دلچسپی ہے۔

یہاں فیض احمد فیض کے نظریات کے وہ حصے لیے گئے ہیں جہاں انہوں نے ناول نگاروں کی خامیاں بیان کی ہیں۔ اگر ہم ان سب خامیوں کو جمع کر کے مثبت سے تبدیل کر دیں جیسے ریاضی میں منفی ضرب منفی سے جمع ہو جاتا ہے یوں ہمارے پاس ایسی تمام خوبیاں جمع ہو جائیں گی جو کامیاب فکشن میں ہونا چاہیں۔ فیض صاحب نے اپنے ان تمام مضامین میں جا بجا اور اپنے دو مضامین خاص طور پر، ہمارے افسانے اور اردو ناول میں ان بنیادی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ فیض صاحب کے فکری نظام میں سماج کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ان کا خیال ہے کہ ہر تخلیق کار کے فکری نظام میں مرکزی حیثیت 'سماج' کو ہی حاصل ہونا چاہیے۔ اگر تخلیق کار 'سماج' کو بطور مرکز تسلیم کرتا ہے تو پھر سماج کا ہر طبقہ متناسب انداز میں اس کی تخلیقات میں نظر آنا چاہیے۔ (۱۸)

ان کی تنقید جو میزان اور مقالات فیض میں ہمارے سامنے ہے وہ فکشن کے علاوہ ادب کی تمام جہات سے متعلق ہے۔ سو مجموعی طور پر وہ کہتے ہیں کہ افراد کو سماج کے نمائندہ کے طور قبول کیا جاسکتا ہے جب وہ اپنے طبقے کی مکمل نمائندگی کر رہے ہوں۔ دوسری اہم بات کہ تخلیق کار کو بے لاگ ہونا چاہیے۔ بے شک ایک ترقی پسند تخلیق کار کی تنقید بھی اسی کے ورڈویو کے مطابق ہی ہو گی لیکن فنی حوالے سے اس میں کسی بھی قسم کی جانب داری کا شائبہ بھی نہیں ہونا چاہیے یہی صورت ہمیں فیض صاحب کے ہاں نظر آتی ہے۔

ابتدائی افسانہ نویس دو طرح کے رجحانات کے تحت لکھتے تھے، اول رومانوی انداز جن کے سرخیل سید سجاد حیدر یلدرم تھے وہ پر جوش رومانویت کے قائل تھے۔ جب کہ دوسری طرف پریم چند تھے جو روز مرہ کے سماجی مسائل کی ترجمانی کرتے ہیں۔ بعد مین یہ رجحان دو واضح تحریکوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ان افسانہ نگاروں کے ہاں مجموعی طور جہاں حوصلہ افزا محاسن ہیں وہاں بہت سارے دل شکن نقائص بھی ہیں۔ ان کے خیال میں بہت سارے ادیب ابھی فن کو اپنی ذات سے جدا نہیں کر سکے۔ لکھتے ہیں:

> ”مثلاً مرد عورت کے تعلقات کو لیجئے یہ ایک نہایت اہم عمرانی مسئلہ ہے لیکن ہمارے افسانہ نگار اس پہ ایک خارجی بے تعلق اور صحت مند نقطہ نظر سے بحث کرنے کی بجائے ان کے بیان سے محض اپنی جنسیاتی بھوک کا اظہار چاہتے ہیں۔ جسمانی اعضا کی للچائی ہوئی تصاویر ترقی پسندی کی دلیل نہیں ہے۔ جنسیاتی معاملات پہ بالکل بے جھجک بحث ہونی چاہیے۔ اور ان سے متعلقِ کسی اخفا یا جھوٹی شرم حیا کی ضرورت نہیں لیکن ان معاملات کو اشتعال انگیز حریصانہ انداز میں لکھنا دماغی صحت کی بجائے دماغی بیماری کی علامت ہے۔“(۱۹)

ان کے نزدیک ادب برائے زندگی اور ادب برائے ادب کی بحث بے معنی ہے کہتے ہیں:

> ”ادب کے داخلی اور خارجی پہلو سے مراد تخیل کا طریقہ کار ہے شاعر کبھی اپنے جذبات و محسوسات اور واردات قلب کی مصوری کرتا ہے یہ شاعری کا داخلی پہلو ہوا، کبھی مناظر قدرت یا کسی واقعہ یا مرئی شئے کا نقشہ کھینچتا ہے ،اس کو شاعری کا خارجی پہلو کہتے ہیں۔ کوئی شاعر ایسا نہیں قدیم و جدید، جس کے کلام میں بیش و کم دونوں عناصر موجود نہ ہوں اور اگر ہمارا قول صحیح ہے تو ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی میں کوئی حد فاصل نہ رہی۔“(۲۰)

چونکہ تنقید کا مقصد فن کی غرض و غائیت کو سمجھنا بھی ہوتا ہے اس لیے فیض احمد فیض اس بنیادی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ فنکار اور اس کی تخلیقات کو ناپنے کا پیمانہ متعین ہونا ضروری ہے وہ اپنے مضمون 'فنکار اور ترقی پذیر معاشرہ' جون ۱۹۶۵ مشمولہ افکار فیض نمبر، میں اس امر کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"ایک فنکار حیات کے تین ہم مرکز دائروں میں گھومتا ہے، پہلا دائرہ اس کی اپنی مادی اور موضوعی شخصیت کا ہے۔ دوسرا دائرہ اس کی برادری اور اس کی قوم کا ہے اور تیسرا دائرہ انسانیت کے اس دور کا ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ وقت کے یہ تین ابعاد ماضی حال اور مستقبل ہیں۔ اور حیات کے یہ تین دائرے ہی وہ حقیقت ہے جس کا وجود فنکار کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ اور یہی اس کے لیے صداقت کا ماحصل ہے۔"(۲۱)

جدید دور میں فکشن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ناول Conflict between the individual and society ہے۔

مندرجہ بالا بیان اسی فرد کو بیان کرتا ہے جو ہم مرکز تین دائروں کے درمیان ہے لیکن اس کی تمام سوچ معاشرے کے لیے ہے۔ یعنی فرد کی ذات جس معاشرے کی وجہ سے قابل غور ہے پہلی اہمیت اس معاشرے کو دی جانا چاہئے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

مندرجہ بالا تفصیلی بحث سے فیض کے ان تنقیدی نظریات کو سمجھنے میں آسانی میسر آئی ہے جن کو مدنظر رکھ کر انہوں نے معاصر فکشن کا تجزیہ کیا۔ گو یہ نظریات پون صدی قبل کے ہیں اور فیض کی ادبی زندگی کے ابتدائی ایام کے ہیں لیکن ان کی پختگی اور معنویت قابل قدر ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ فیض احمد فیض، "نقش فریادی"، اردو گھر دہلی، ۱۹۴۱ء
۲۔ ظفر الحسن، مرزا، "عمر گزشتہ کی کتاب" ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۱۹۷۸ء
۳۔ فیض احمد فیض، "میزان"، لاہور اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۵ء
۴۔ فیض احمد فیض، "غالب کے تخیل کے بنیادی عناصر"، مشمولہ "مقالات فیض" مرتبہ شیما مجید، فیروز سنز لاہور ۱۹۹۰ء
۵۔ فیض احمد فیض، "ہماری قومی ثقافت"، ادارہ یادگار غالب، کراچی ۱۹۷۶ء
۶۔ فیض احمد فیض، ایام اسیری کے خطوط، مرتبہ مرزا ظفر الحسن، اعتقاد پبلشنگ ہاوس دلی، ۱۹۷۴ء
۷۔ فیض احمد فیض، مضامین، مرتبہ مرزا ظفر الحسن، مکتبہ دانیال کراچی، ۱۹۸۳ء
۸۔۱۹۔ فیض احمد فیض، "ہمارے افسانے"، مشمولہ "مقالات فیض" مرتبہ شیما مجید، فیروز سنز لاہور ۱۹۹۰ء

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

۹۔ فیض احمد فیض، "میزان"، لاہور اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۵ء، "مقالات فیض" مرتبہ شیما مجید، فیروز سنز لاہور ۱۹۹۰ء

۱۰۔ فیض احمد فیض، "میزان" ۱۹۶۵ء

۱۱۔ فیض احمد فیض، "ادب کا ترقی پسند نظریہ" مشمولہ "میزان"، ص ۱۵

۱۲۔ فیض احمد فیض، "شرر" مشمولہ "میزان"، ص ۱۶۹

۱۳۔ "ادبی مناظرے" کے سلسلے میں آغا عبدالحمید اور فیض احمد فیض کی یہ بحث ۱۸ جون ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا ریڈیو لاہور سے نشر کی گئ۔ مشمولہ میزان بعنوان "پریم چند"، ص ۱۷۰

۱۴۔ فیض احمد فیض، "میزان" ص ۲۲۲

۱۵۔ عصمت چغتائی نے اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی [۱۸۹۵ء-۱۹۴۵ء] کی وفات پر ان کا خاکہ "دوزخی" کے نام سے لکھا جس کا حوالہ فیض صاحب نے دیا ہے۔ یہ خاکہ عصمت چغتائی کے افسانوی مجموعے "چوٹیں" مطبوعہ ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ، ۱۹۸۲ء میں شامل ہے۔

۱۶۔ خدیجہ مستور، "چند روز اور"، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۸ء، دوسرا ایڈیشن:
یہ افسانوی مجموعہ ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا تھا جس کا دیباچہ فیض احمد فیض نے لکھا۔ یہی دیباچہ بعد میں "میزان" میں شامل ہوا۔

۱۷۔ فیض احمد فیض، "میزان" ص ۲۳۴

۱۸۔ فیض احمد فیض، "ادب کا ترقی پسند نظریہ" مشمولہ "میزان"

۱۹۔ فیض احمد فیض، "ہمارے افسانے"، مشمولہ "مقالات فیض" مرتبہ شیما مجید، فیروز سنز لاہور ۱۹۹۰ء

۲۰۔ فیض احمد فیض، "ترقی پسند ادب کی نفسیاتی تحلیل"، مشمولہ "مقالات فیض" ص ۲۷

۲۱۔ فیض احمد فیض، "فنکار اور ترقی پسند معاشرہ" مشمولہ "مقالات فیض"، ص ۳۲

References

1. Faiz, F. A. (1941). *Naqsh-e-Faryadi*. Urdu Ghar.
2. Hasan, M. Z. (1978). *Umar Guzashta Ki Kitab*. Idara Yadgar Ghalib.
3. Faiz, F. A. (1965). *Meezan*. Lahore Academy.
4. Faiz, F. A. (1990). *Ghalib Ke Takhayyul Ke Bunyadi Anasir*. In S. Majeed (Ed.), *Maqalat-e-Faiz* (pp. xx-xx). Feroz Sons.
5. Faiz, F. A. (1976). *Hamari Qaumi Saqafat*. Idara Yadgar Ghalib.
6. Faiz, F. A. (1974). *Ayyam-e-Isiri Ke Khutut* (M. Z. Hasan, Ed.). I'tiqad Publishing House.

7. Faiz, F. A. (1983). *Mazameen* (M. Z. Hasan, Ed.). Maktaba Daniyal.
8. Faiz, F. A. (1990). *Hamare Afsane*. In S. Majeed (Ed.), *Maqalat-e-Faiz* (pp. xx-xx). Feroz Sons.
9. Faiz, F. A. (1965). *Meezan*. Lahore Academy. In S. Majeed (Ed.), *Maqalat-e-Faiz* (pp. xx-xx). Feroz Sons.
10. Faiz, F. A. (1965). *Meezan*. Lahore Academy.
11. Faiz, F. A. (1965). *Adab Ka Taraqqi Pasand Nazriya*. In *Meezan* (p. 15). Lahore Academy.
12. Faiz, F. A. (1965). *Sharar*. In *Meezan* (p. 169). Lahore Academy.
13. Faiz, F. A., & Hameed, A. A. (1941). *Prem Chand*. In *Meezan* (p. 170). Lahore Academy. Discussion aired on All India Radio Lahore, June 18, 1941.
14. Faiz, F. A. (1965). *Meezan* (p. 222). Lahore Academy.
15. Chughtai, I. (1982). *Dozakh*. In *Chotain*. Educational Book House. Mentioned by Faiz Ahmed Faiz.
16. Mastoor, K. (1998). *Chand Roz Aur* (2nd ed.). Sang-e-Meel Publications. (Original work published 1951).
17. Faiz, F. A. (1965). *Meezan* (p. 234). Lahore Academy.
18. Faiz, F. A. (1965). *Adab Ka Taraqqi Pasand Nazriya*. In *Meezan*. Lahore Academy.
19. Faiz, F. A. (1990). *Hamare Afsane*. In S. Majeed (Ed.), *Maqalat-e-Faiz* (pp. xx-xx). Feroz Sons.
20. Faiz, F. A. (1990). *Taraqqi Pasand Adab Ki Nafsiati Tehqiq*. In *Maqalat-e-Faiz* (p. 27). Feroz Sons.
21. Faiz, F. A. (1990). *Fankar Aur Taraqqi Pasand Muashra*. In *Maqalat-e-Faiz* (p. 32). Feroz Sons.